27

ایمان کی خوشبو

(فرمودہ ۴؍ نومبر ۱۹۲۱ء)

تین بار تشہد کے بعد سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی اور فرمایا۔

میں جس امر کی طرف آپ لوگوں کو ایک عرصہ سے توجہ دلاتا ہوں آج بھی اسی مضون کی ایک شاخ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ لیکن اصل مضمون کے تسلسل کو ایک حکمت کے ماتحت اگر منشاء الٰہی ہو تو اگلے جمعہ پر ملتوی کرتا ہوں۔ اور اس کی ایک اور شاخ کو لیتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے دنوں میں میں نے جو کچھ کہا۔ اور جو کچھ آئندہ کہنے کی نیت ہے۔ محض اللہ تعالٰی کے فضل سے اسی کے ارادے کے موافق ہے۔ میں جانتا ہوں میں نے یہ باتیں جس وقت کہنی چاہی ہیں وہ وقت خدا کے نزدیک مناسب اور صحیح ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ انسان جو اب بھی اپنی نفسانی خواہشات میں مبتلا رہے گا اور نیکی کی طرف قدم نہیں اٹھائے گا وہ خدا کے مقربین کے رجسٹر سے کاٹ دیا جائے گا۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اور وہ لوگ جو سنیں گے اور سنکر عمل کرنے کی سعی کریں گے وہ خدا کے فضل کے وارث ہوں گے اور ان پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔

میں نے جو کچھ تم لوگوں کو کہا ہے اس میں میرا ذاتی نفع کوئی نہیں۔ نہ مالی نفع ہے۔ نہ اعزازی نفع ہے۔ نہ رتبہ کے طور پر نفع ہے۔ تم زیادہ سے زیادہ جو کچھ کر سکتے تھے وہ تم کر چکے۔ تم میری بیعت کر چکے۔ اور تم نے بیعت کرکے جو اعزاز دینا تھا تم نے یا خدا نے وہ مجھے دے دیا۔ اب یہ معاملہ تمہارے اختیار سے باہر ہوگیا۔ اب تمہارے پاس کوئی چیز نہیں جو تم مجھے دو اور پہلے نہ دے چکے ہو۔ تمہارا جو کچھ تھا وہ تم میں سے بعض ایک سال قبل بعض دو سال قبل بعض تین سال اور بعض سات سال قبل دے چکے۔ تم نے وہ سب کچھ جو تمہارا تھا قربان کر دیا۔ کیونکہ تم نے بیعت کرلی اور بیعت کے بعد بیعت کرنے والے کی کوئی چیز نہیں رہا کرتی۔ نہ اس کی جان اس کی رہتی ہے۔ نہ اسکا مال اس کا رہتا ہے۔ نہ اس کی عزت اس کی رہتی ہے۔ نہ اس کی جائداد اس کی رہتی ہے۔ غرض جو کچھ تمہارا تھا وہ آج سے مدت پہلے تم دے چکے۔ پس اب تم سے میرا کوئی

خواہش کرنا عبث فعل ہے۔ اگر تم سچے ہو اور تم نے بیعت کے اقرار میں فریب نہیں کیا۔ اور تم جھوٹ نہیں بولے۔ تو اب تمہارے پاس تمہارا کچھ نہیں رہا۔ کیونکہ تم کہہ چکے ہو کہ ہم وہ قربان کر چکے۔

اس لئے میں جو کچھ تمہیں کہتا ہوں وہ اپنے ذاتی نفع اور فائدہ کے لئے نہیں۔ بلکہ محض اس لئے کہتا ہوں کہ تم نے جو مجھ سے معاہدہ کیا ہے تمہیں بھی اس سے کوئی فائدہ ہو۔ اور جو کچھ مجھے ملا ہے میں تمہیں دے دوں۔ مجھ سے دیانتداری تقاضا کرتی ہے کہ جو معاہدہ تم نے مجھ سے کیا ہے اس کے مطابق تمہیں وہ کچھ دوں جو مجھے ملا ہے اور تمہیں صحیح راستہ دکھاؤں۔ اور تمہیں بتاؤں کہ اب تک تم اس راستے کو چھوڑ کر دوسری طرف جا رہے ہو۔ پس میں نے جو کچھ کہا اور آئندہ جو کچھ کہوں گا وہ اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔

میں نے تمہیں بتایا ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ وہ خدا کے منشاء کے مطابق ہے۔ میں نے رؤیا میں ایک شخص کو دیکھا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اس لئے کہ تم خوشبو سے محبت کرتے ہو۔ میں نے اسی وقت اپنے کپڑوں کو سونگھا تو مجھے ان میں خوشبو معلوم نہیں ہوئی۔ میں نے اسی حالت رؤیا میں سمجھا کہ اس خوشبو سے مراد وہ خطبے ہیں جو میں نے ایمان کی مضبوطی کے لئے بیان کئے ہیں۔ کیونکہ ایمان کو خوشبو سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چونکہ میں ایمان کو دنیا میں پھیلانا چاہتا ہوں۔ اس لئے اس شخص نے کہا کہ چونکہ تم خوشبو سے محبت رکھتے ہو اس لئے میں تم سے محبت رکھتا ہوں ورنہ ظاہری طور پر اس وقت میرے کپڑوں کو خوشبو نہیں لگی ہوئی تھی۔ اس وقت میں سمجھا کہ یہاں خوشبو سے مراد یہ خطبات ہیں جن میں دعوت ایمان دی گئی ہے۔

پس خوب یاد رکھو کہ اجتماع کوئی چیز نہیں۔ تم یہ مت خیال کرو کہ تم تھوڑے تھے اب بہت ہو گئے۔ تم ذلیل تھے اب معزز ہو گئے۔ تمہاری نظر اس طرف مت جائے کہ آج ہندوستان میں پیدا ہونے والی ہر ایک تحریک تمہاری ہمدردی کی طالب ہوتی ہے۔ اور اس کے محرک چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کے ساتھ مل جاؤ کہ ان کی آواز مؤثر ہو جائے۔ لیکن کیا تم اپنے لوگوں سے اس لئے علیحدہ ہوئے تھے کہ لوگ تمہاری طرف انگلیاں کریں گے۔ اور لوگوں کی تم پر نظر پڑے گی کہ یہ بھی کوئی ہیں۔ لیکن تم یقین کرو کہ تمہارا یہ کام اس نیت سے نہ تھا۔ جب تم اپنے اصل سے جدا ہوئے تھے۔ تو اس وقت کسی عقل میں نہ آتا تھا کہ تم کو لوگ عزت کی نظر سے دیکھیں گے۔ اور تم سے ہمدردی چاہیں گے۔ بلکہ اس وقت تو تمہاری یہ حالت تھی کہ تم پر انگلیاں اٹھنے کی بجائے تم پر سے لوگ گذرتے تھے تاکہ تمہیں کچل دیں۔ پس یہ غلط ہے۔ کہ ہم اس لئے جدا ہوئے تھے۔ کہ لوگوں کی انگلیاں ہماری طرف اٹھیں۔ بلکہ ہم دیکھتے تھے۔ کہ ہم کو کچلنے کی ہر ایک کوشش ہوگی اور لوگ

ہمیں پامال کرنے کے درپے تھے۔ اس وقت اگر ہمارا کوئی مدعا تھا تو سوائے چند مستثنیات کو چھوڑ کر جن کے دل میں عزت کی خواہش ہو ہماری یہ کوشش اور خواہش تھی کہ ہم خدا کو خوش کریں گے۔ اگر خدا تعالیٰ خوش ہو۔ اور وہ ہم سے راضی ہو تو دنیا کی نظر میں معزز ہونا یا ذلیل کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ چندوں کا بڑھ جانا ہیچ ہے۔ اور ہمارے کاموں کا پھیل جانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر ہم ایسی ہی باتوں پر خوش ہو سکتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بچہ اپنی ماں سے ملنے کے لئے جاتا ہے مگر راستہ میں اس کو ایک شیشے کی گولی مل جاتی ہے جس پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں اور ترچھی ہو کر نکلتی ہیں جو بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ اور بچہ اس پر خوش ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ماں کی ملاقات سے بڑھ کر وہ محبت کی چیز نہیں۔ پس دنیا کی عزت یا مال کی طرف نظر کرنا خدا کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے۔ جیسی ماں کی محبت کے مقابلہ میں شیشہ کی گولی پر خوش ہو جانا بلکہ اس سے بھی حقیر۔ جو لوگ خدا کے مقابلہ میں دنیا کی عزت میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنی عمر کو ضائع کرتے ہیں۔ اور ایسا شخص نجات کا مستحق نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص خدا کو مقدم کرتا ہے اور اس کی حالت سے یہ بات ظاہر ہے تو وہ خوش ہونے کا مستحق ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ خدا کا فضل ہی ہوتا ہے جس سے نجات ہوتی ہے۔ اور کوئی شخص اپنے عمل کی بناء پر دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ نجات پائے گا۔ کیونکہ سب سے بڑے عامل اور سب سے بڑے خدا کے فرمانبردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ بھی اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں کرتے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہ نے سوال کیا کہ آپ تو اعمال سے ہی بہشت میں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں عائشہ میں بھی خدا کے فضل سے ہی جاؤں گا۔ا۔ پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان جس کا ہر ایک سانس۔ جس کا چلنا۔ پھرنا عبادت میں داخل تھا جس کا سونا اور جاگنا عبادت میں گنا جاتا تھا جس کی ہر حرکت و سکون عبادت تھی۔ حتیٰ کہ جس کا پاخانے پیشاب کے لئے جانا اور اپنی بیویوں کے پاس جانا بھی عبادت تھا۔ اتنا بڑا عبادت گزار انسان جب کہتا ہے کہ میں اپنے اعمال سے بہشت میں نہ جاؤں گا۔ بلکہ خدا کے فضل سے۔ تو اور کون ہے جو کہے کہ میں عمل سے بہشت میں داخل ہو جاؤں گا۔ یہ مت خیال کرو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل کیسے عبادت میں داخل ہو گیا۔ کیونکہ ان کے متعلق خدا نے یہ بتایا ہے کہ ان کی ہر ایک حالت عبادت تھی۔ ناواقف کہہ سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کی ہر حرکت کیسے عبادت ہو گئی مگر تم یاد رکھو۔ کہ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فعل عبادت تھا۔ ہاں آپ کے سوا کسی کا ہر ایک فعل عبادت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خدا نے فرمایا۔ **ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ**

(الاحزاب ۲۲) کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل میں ایک نمونہ ہے۔ کیا اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ رسول کریم اپنے عمل سے بتلائیں کہ کونسا فعل جائز ہے اور کونسا ناجائز۔ کونسا مستحسن ہے۔ اور کونسا مکروہ۔ اور کونسا حلال ہے اور کونسا حرام۔ پس رسول کریمؐ کا ہر ایک کام ایک بیان ہے۔ اور ایک ڈسکرپشن (Description) ہے۔ مثلاً آپ کا نماز پڑھنا نہ صرف خدا کے ایک حکم کی تعمیل تھی۔ بلکہ اعلان تھا کہ یہ فرائض ہیں۔ یہ سنتیں ہیں۔ اور یہ نوافل ہیں جو فرائض کے علاوہ ہیں۔ اور جن کا پڑھنا قرب الٰہی کے لئے ضروری ہے۔ آپ کا کھانا کھانا اعلان تھا کہ جو کچھ آپ کھاتے ہیں وہ حلال ہے۔ اور جن چیزوں کو آپ نہیں کھاتے تھے وہ کھانے کے ناقابل تھیں۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل چونکہ نمونہ بنایا گیا ہے لوگوں کے لئے۔ اس لئے آپ جن چیزوں کو جائز بتاتے تھے اور استعمال فرماتے تھے۔ یہ عبادت تھی۔ اسی طرح جن سے منع فرماتے تھے اور استعمال نہ کرتے تھے۔ یہ بھی عبادت میں شامل تھے۔ غرض آپ کا ہر فعل عبادت تھا۔ کیونکہ خدا کے حکم کے ماتحت تھا۔ چنانچہ اس کی ایک مثال ہے کہ ایک شخص نے عصر کی نماز کا وقت دریافت کیا۔ ظاہر ہے کہ اول وقت پر نماز پڑھنا مستحسن ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی دیر کی کہ وقت نہایت تنگ ہو گیا آپ کا نماز میں یہ دیر کرنا بھی عبادت تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ آپ یہ سبق دے رہے تھے۔ کہ اگر انسان کسی وجہ سے کسی وقت اول وقت میں نماز نہ پڑھ سکے۔ تو اگر آخری وقت تک پڑھ لے۔ تو بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔ غرض فرائض میں اعلان تھا۔ واجبات میں اعلان تھا۔ نوافل و سنن میں اعلان تھا کہ یہ سب کچھ عبادت الٰہی ہے۔

اس حالت پر بھی آپ فرماتے ہیں کہ خدا کے فضل سے بہشت میں جائیں گے۔ پھر ہم لوگ جن کے اعمال بہت تھوڑے ہیں کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم اعمال سے بہشت میں چلے جائیں گے۔ اس سے تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ فضل کیسی ضروری چیز ہے مگر وہ محض دعویٰ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے حصول کے لئے بھی کسی چیز کی ضرورت ہے۔ محض دعویٰ ایمان سے کچھ نہیں بنتا۔

کیا تم نے قرآن کریم میں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ نہیں پڑھا؟ ؎ یہ مت سمجھو کہ وہ آدم کے بیٹے تم نہیں ہو۔ تم میں سے جو قربانی لاتا ہے۔ اور سچائی اور راستبازی کے ساتھ لاتا ہے اور محض دعویٰ ایمان نہیں کرتا آدم کا وہ فرزند ہے جس کی قربانی قبول ہوئی۔ اور دوسرا جو محض دعویٰ ایمان لیکر آتا ہے۔ اور اس کی قربانی میں صداقت اور راستبازی نہیں ہوتی۔ وہ گویا ایک نجاست کا ٹوکرا قربانی کرتا ہے۔ اور وہ آدم کے اس فرزند کی مانند ہے جس نے کہا جاتا ہے کہ ایک پیاز کا ٹوکرا قربانی پیش کیا تھا جو ایسی بدبو دار چیز ہے کہ اسے کھا کر انسان کے لئے مسجد میں جانا منع ہے۔ پس تم میں

سے ہر ایک اپنے ایمان اور عملی حالت کے لحاظ سے آدم کے دونوں فرزندوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہے۔ جو نیکی اور ایمان کے ساتھ خدا کے حضور آتا ہے۔ وہ اس فرزند کے مطابق ہے جس کی قربانی مقبول ہوئی۔ اور جو ناپاکی اور بری نیت اور غیر خالص ایمان لاتا ہے۔ وہ دوسرے فرزند کے مطابق ہے جس کی قربانی مقبول نہ ہوئی۔

یاد رکھو کہ محض دعویٰ سے قبولیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ دعویٰ کے ساتھ کچھ حقیقت بھی ہو تو قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر قربانی سچے دل سے جان اور مال کی نہیں کی جاتی۔ بلکہ ایمان کے دعویٰ کے ساتھ جب تک کوئی نہ کوئی بلندی راستہ میں رہتی ہے جو روکتی ہے وہ کوئی ایمان نہیں۔ کیونکہ تم دیکھتے ہو اگر کوئی بلندی حائل ہو تو تم اپنے محبوب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ تک پہنچنے میں تمہارے راستے میں عزت کا ٹیلا ہے یا جاہ و مال کا ٹیلا ہے جس کو تم پامال نہیں کرتے۔ تو تمہارا ایمان کچھ نہیں۔ ایمان تو وہ چیز ہے کہ جس کے بعد ایک امن آجاتا ہے۔ اور اس کے بعد کوئی دنیاوی خلش باقی نہیں رہتی۔ کیا تمہاری حالت ایسی ہے؟

کیا یہ لطیفہ نہیں کہ اگر کوئی شخص گلاب کا عطر لگاتا ہے یا کیوڑا چھڑکتا ہے تو اس سے اس کی روح کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور اس کی خوشبو سے فضا مہک جاتی ہے لیکن تم کہو کہ تمہیں خدا پر ایمان ہے اور خدا کی محبت تمہارے دل میں ہے۔ مگر تم سے کوئی خوشبو نہ آئے۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو جن کے حواس درست نہیں وہ بیمار ہیں مگر جن کے حواس بجا ہیں ان کو تم سے خوشبو آنی چاہیئے۔ اگر واقعہ میں تمہیں ایمان حاصل ہے اور تم نے خدا کو پالیا ہے۔ اور وہ تم سے علیحدہ نہیں اور اس کی محبت تم میں سماگئی ہے تو تم سے کیوں خوشبو نہیں آئے گی۔ تم کہہ سکتے ہو کہ ہم نے کب کہا کہ ہم نے خدا کو پالیا۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ مگر یہ کہنا تمہاری غلطی ہوگی کیونکہ خدا کا پانا اور مومن ہونا ایک ہی بات ہے۔ مومن وہ ہے جس نے مشاہدہ کرلیا اور اس کو یقین حاصل ہوگیا۔ مومن امن میں ہے۔ اور امن میں وہی ہوتا ہے جو محافظ کے پاس ہوتا ہے۔ پس جب تم مومن ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرتے ہو کہ تم نے خدا کو پالیا اور خدا تمہارے پاس ہے۔ اور تمہیں خدا کے قرب کا مقام حاصل ہوگیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے دل و دماغ معطر ہیں اور خدا کی محبت کا پھول تمہارے دل میں ہے۔ اس لئے جس طرح گلاب کا پھول کپڑوں میں لپٹا ہوا کپڑوں کو مہکا دیتا ہے۔ اسی طرح خدا کی محبت سے تمہارا جسم مہک اٹھنا چاہیئے۔ کیا تم خدا کی محبت کی خوشبو کو اتنا حقیر یا اتنا بے اثر خیال کرتے ہو کہ وہ گلاب کے پھول کی خوشبو سے بھی کم ہے۔ ایمان کا تو یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ مومن کے دل سے ایمان کی خوشبو آئے۔ لیکن جس شخص کے دل سے خوشبو نہیں آتی وہ کیسے مطمئن ہوگیا کہ اس کو ایمان حاصل

ہے۔ ایک چیونٹی کو دیکھ کر اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر سورج کو دیکھا جائے تو بالکل ہی انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کو دیکھ بھی لیا ہو۔ مگر اس دید کا کوئی اثر باقی نہ ہو۔ اگر واقعی تم نے خدا کو دیکھ لیا ہے تو پھر تمہارے اندر کوئی ایسی بات نہیں رہ سکتی جو خدا کی دید کے بعد نہیں رہنی چاہیئے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ نہایت معمولی باتوں سے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے اور ان کے قدم متزلزل ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا اور غلط ہوتا ہے۔ کیونکہ ایمان رویت اور تسلی کو چاہتا ہے۔ جب تک رویت اور تسلی نہ ہو۔ جب تک ایمان کی خوشبو نہ آئے اس وقت تک ایمان کا دعویٰ بے معنی ہے۔ اب تم اپنی اپنی حالت کو دیکھ لو۔ تم میں سے کتنوں کو خدا پر چیونٹی کے برابر بھی ایمان ہے۔ جب تک اتنا بھی ایمان نہ ہو۔ کوئی مومن کس طرح کہلا سکتا ہے۔ اگر تمہارے دن رات کسی اور طرف لگے رہتے ہیں۔ اگر تم میں خدا کے لئے تڑپ نہیں۔ اور نہ تم کو اس کا احساس ہے۔ اور نہ کوئی روحانی زندگی کی علامت ہے۔ تو ایسی حالت میں تمہیں کون مومن سمجھ سکتا ہے۔ کون عقل مند ہے جو تمہارے دعویٰ ایمان کو سچا مان سکتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں اگر کسی میں ایمان کی خوشبو ہے تو خواہ وہ ہزار نیکی نہ کرتا ہو خدا کا مقرب ہے۔ لیکن اگر کوئی ساری عبادتیں بجالاتا ہے۔ مگر اس کی روح میں بدی ہے اور وہ روحانی اور ایمانی خوشبو اپنے اندر نہیں رکھتا۔ تو اس کی یہ تمام عبادتیں اکارت ہیں۔ اور اس کی عبادتیں خس و خاشاک کی مانند ہیں۔ جن کو آگ کی ایک لپٹ جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ ہاں وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں۔ خواہ ان میں بعض نیکیوں کی کمی ہو ان کی مثال اس شخص کی مانند ہوتی ہے جو خزانہ پر بیٹھا ہوتا ہے جب کوئی خطرناک وقت آئے وہ مال نکال کر اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔ جس کو قرب حاصل ہے۔ اس میں اگر کوئی سستی ہو تو اس قدر خطرہ کی بات نہیں۔ برخلاف اس کے جس کو قرب نہیں۔ اس کی حالت قابل اطمینان نہیں۔

ان دونوں کی یعنی ایک جس کو قرب حاصل ہے مگر اس کے اعمال میں کسی قدر سستی ہے۔ اور دوسرا وہ جس کو ایمان حاصل نہیں گو وہ عمل کرتا ہے ایسی مثال ہے جیسا کہ جنگل میں دو شخص ہوں ایک کے پاس اس کی ماں کی تصویر ہو شیر اس پر حملہ کرے اور وہ ماں کی تصویر کو چھاتی سے لگا لے ظاہر ہے کہ یہ تصویر اس کو نہیں بچا سکتی۔ اور دوسرا اپنی ماں کی گود میں ہے۔ گو اس کی آنکھیں بند ہیں۔ اور وہ سویا ہوا ہے مگر اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ پہلا باوجود ہوشیار ہونے اور ماں کی تصویر کو سینے سے لگانے کے محفوظ نہیں اور دوسرا غافل ہے مگر ماں کی گود میں ہے۔

پس تمہیں اپنے اندر اس روح کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ تمہاری زندگی عبث ہے۔

اور کوشش بیکار۔

(الفضل ۱۴؍ نومبر ۱۹۲۱ء)

۱؎ بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل

۲؎ المائدہ : ۲۸